۴ آرام و سکون

اس سبق کی تدریس کے بعد آپ اس قابل ہو جائیں گے کہ:

- کلام/بات کو آغاز/درمیان سے سن کر نظم و نثر کے مرکزی خیال، نکتے یا تصور تک رسائی حاصل کر کے سیاق و سباق کو سمجھتے ہوئے موضوع بیان کر سکیں۔
- کسی بات، پیغام، کلام، نشریات، کہانی، مکالمے کو سن کر دہرا سکیں۔
- مرکب ناقص، مرکب تام (جملہ اسمیہ، جملہ فعلیہ) کی شناخت، امتیاز کر کے تحریر میں استعمال کر سکیں۔
- پڑھے ہوئے ڈرامے کو محاورات، ضرب الامثال کا استعمال کرتے ہوئے کہانی میں تبدیل کر سکیں اور پڑھی ہوئی کہانی/افسانے کی ڈرامائی تشکیل کر سکیں۔
- کسی ڈرامے کو پڑھتے ہوئے اس میں موجود مکالمے کو کردار کے مطابق تاثر کے ساتھ ادا کر سکیں۔
- ہدایات و اشارات کے مطابق کسی نادیدہ اقتباس (منظوم/منثور) کی تفہیم/تنقید و تجزیہ/تبصرہ کر سکیں۔

پڑھیں

کردار: ڈاکٹر۔ میاں۔ بیوی۔ للّو (ملازم)۔ فقیر۔ بچہ

منظر: گھر کا ایک کمرا، جس میں دیوار کے ساتھ چارپائی بچھی ہے۔ ایک طرف دو کرسیاں دھری ہیں اور میز پر دواؤں کی شیشیاں رکھی ہوئی ہیں۔ ڈاکٹر میاں کا معائنہ کر رہا ہے۔

ڈاکٹر: جی نہیں بیگم صاحبہ! تردّد کی کوئی بات نہیں، میں نے بہت اچھی طرح معائنہ کر لیا ہے۔ صرف تھکان کی وجہ سے حرارت ہو گئی ہے۔ ان دنوں آپ کے شوہر غالباً کام بہت زیادہ کرتے ہیں۔

بیوی: ڈاکٹر صاحب! ان دنوں کیا، ان کا ہمیشہ سے یہی حال ہے۔ صبح دس بجے دفتر جا کر شام سات بجے سے پہلے کبھی واپس نہیں آتے۔

ڈاکٹر: جبھی تو! میرے خیال میں انھیں دوا سے زیادہ آرام و سکون کی ضرورت ہے۔ کاروبار کی پریشانیاں اور الجھنیں بھُلا کر ایک بھی روز آرام و سکون سے گزرا تو طبیعت ان شاءاللہ بحال ہو جائے گی۔

بیوی: بیسیوں مرتبہ کہہ چکی ہوں۔ اتنا کام نہ کیا کرو، نہ کیا کرو۔ نصیبِ دشمناں صحت سے ہاتھ دھو بیٹھو گے مگر خاک اثر نہیں ہوتا۔ ہمیشہ یہی کہہ دیتے ہیں، کیا کیا جائے۔ ان دنوں کام بے طرح زوروں پر ہے۔

ڈاکٹر: ہر روز تھوڑا تھوڑا وقت آرام و سکون کے لیے نہ نکالا جائے تو پھر بیمار پڑ کر بہت زیادہ وقت نکالنے کی ضرورت پڑ جاتی ہے۔

بیوی: یہ بات آپ نے انھیں بھی سمجھائی! میں نے کہا سُن رہے ہو۔ ڈاکٹر صاحب کیا کہہ رہے ہیں۔

میاں: ہوں!

ڈاکٹر: جی ہاں! میں نے سمجھا کر اچھی طرح تاکید کر دی ہے کہ دن بھر خاموش لیٹے رہیں۔

بیوی: تو تاکید کیا میں نہیں کرتی! مگر ان پر کسی کے کہنے کا کچھ اثر بھی ہو!

ڈاکٹر: جی نہیں! ابھی انھوں نے مجھ سے وعدہ کیا ہے کہ پورے طور سے میری ہدایات پر عمل کریں گے۔

بیوی: اور دوا کس کس وقت دینی ہے؟

ڈاکٹر: جی نہیں! دوا کی مطلق ضرورت نہیں۔ بس آپ صرف ان کے آرام وسکون کا خیال رکھیے۔ غذا جو کچھ دینی ہے، میں لکھ چکا ہوں۔

بیوی: بڑی مہربانی آپ کی۔

ڈاکٹر: تو پھر اجازت۔

بیوی: فیس میں آپ کو بھجوا دوں گی۔

ڈاکٹر: اس کی کوئی بات نہیں۔ آجائے گی۔

بیوی: (اونچی آواز سے پکار کر) ارے للّو! میں نے کہا ڈاکٹر صاحب کا بیگ باہر کار میں پہنچا دیجیو۔

ڈاکٹر: ایک بات عرض کردوں بیگم صاحبہ! مریض کے کمرے میں شور غل نہیں ہونا چاہیے۔ اعصاب پر اس کا بہت مضر اثر پڑتا ہے۔ خاموشی اعصاب کو ایک طرح کی تقویت بخشتی ہے۔

بیوی: مجھے کیا معلوم نہیں ڈاکٹر صاحب! آپ اطمینان رکھیں۔ ان کے کمرے میں پرندہ پَر نہ مارے گا۔

(ملازم آتا ہے)

للّو: حضور!

ڈاکٹر: اٹھالو یہ بیگ۔ تو آداب!

بیوی: آداب! (ڈاکٹر اور ملازم جاتے ہیں۔ قریب آکر) میں نے کہا سو گئے کیا؟

میاں: ہوں! یوں ہی چپکا پڑا ہوا تھا۔

بیوی: بس بس۔ بس بس۔ چپکے ہی پڑے رہیے۔ ڈاکٹر صاحب بہت سخت تاکید کر گئے ہیں کہ نہ آپ بات کریں نہ کوئی آپ کے کمرے میں بات کرے۔ اس سے بھی تھکان ہوتی ہے۔ تمام دن پورے آرام وسکون میں گزاریں۔ سمجھ گئے نا؟

میاں: ہوں۔ (کراہتا ہے)

بیوی: کیوں بدن ٹوٹ رہا ہے کیا؟

میاں: ہُوں۔

بیوی: کہو تو دبا دوں؟

میاں: ہُوں۔

بیوی: سونے کو جی چاہ رہا ہو تو چلی جاؤں؟

میاں: اچھی بات۔ (کراہتا ہے)

بیوی: اگر پیچھے کسی چیز کی ضرورت ہوئی تو! اچھا بلانے کی گھنٹی پاس رکھے جاتی ہوں۔ گھنٹی کہاں گئی؟ رات میں نے آپ یہاں میز پر رکھی تھی۔ اللہ جانے یہ کون اللہ مارا میری چیزوں کو الٹ پلٹ کرتا ہے؟

(کنڈی کی آواز) کون ہے یہ نامراد؟ ارے للّو! دیکھو، یہ کون کواڑ توڑے ڈال رہا ہے؟

للّو: (دور سے) سقّا ہے بیوی جی!

بیوی: سقا؟ گھر میں بہرے بستے ہیں جو کم بخت اس زور سے کنڈی کھٹکھٹاتا ہے؟ اللہ ماروں کو اتنا خیال بھی تو نہیں آتا کہ گھر میں کوئی بیمار پڑا ہے۔ ڈاکٹر نے تاکید کر رکھی ہے کہ شور غل نہ ہونے پائے اور اس سے کہو یہ کیا وقت ہے، پانی لانے کا۔ اچھی خاصی دوپہر ہونے آگئی ہے۔ کل سے اتنی دیر میں آیا تو نوکری سے الگ کر دوں گی۔ میں نامراد کو بیسیوں مرتبہ کہلا چکی ہوں کہ صبح سویرے ہو جایا کرے۔ کان پر جوں نہیں رینگتی۔

میاں: ارے بھئی اب بخشوا سے۔

بیوی: بخشوں کیسے؟ ذرا طرح دو، یہ لوگ سر پر سوار ہو جاتے ہیں۔

میاں: ہُوں۔ (کراہتا ہے)

بیوی: کیوں۔ زیادہ درد محسوس ہو رہا ہے؟

میاں: ہُوں۔

بیوی: للّو سے کہوں آکر دبادے؟

میاں: اُوں ہُوں!

بیوی: یہ دیکھو۔ یہاں انگیٹھی پر رکھی ہے۔ آپ بتائیے آپ سے آپ آگئی یہاں؟ پاؤں تھے اس کے؟ یہ سب حرکتیں اس للّو کی ہیں۔ کم بخت نے قسم کھا رکھی ہے کہ کبھی کوئی چیز ٹھکانے پر نہ رہنے دے گا۔ اللہ جانے یہ نامراد میری چیزوں کو ہاتھ لگاتا کیوں ہے؟ للّو! ارے للّو !

میاں: ارے بھئی کیوں ناحق غُل مچا رہی ہو۔ گھنٹی رات میں نے خود میز پر سے اٹھا کر انگیٹھی پر رکھی تھی۔ ہوں! (کراہتا ہے)

بیوی: تم نے؟ اے ہے وہ کیوں؟

میاں: نگھا بار بار بجائے جا رہا تھا۔ میرا دم الجھنے لگا تھا۔ ہوں (کراہتا ہے)

للّو: (آکر) مجھے بلایا ہے بیوی جی؟

بیوی: کم بخت اتنی دیر سے آوازیں دے رہی ہوں، کہاں مر گیا تھا؟

للّو: آپ نے ریٹھے کوٹنے کو کہا۔ وہ گودام میں ڈھونڈ رہا تھا۔

میاں: ہُوں۔ (کراہتا ہے)

بیوی: صبح سویرے کہا تھا، کم بخت تجھے اب تک ریٹھے مل نہیں چکے؟

للّو: جی مہلت بھی ملے۔ ادھر گودام میں جاتا ہوں، ادھر کوئی بلا لیتا ہے۔

بیوی: ہاں بڑا کام رہتا ہے نا! بے چارے کو سر کھجانے کو فرصت نہیں ملتی۔ بھاگ یہاں سے... ، نکل، جا کر ریٹھے ڈھونڈ (للّو جاتا ہے) تو یہ گھنٹی یہاں تمھارے سرھانے رکھ جاتی ہوں۔

میاں: (کراہ کر) کواڑ بند کرتی جانا۔

بیوی: پیچھے اکیلے میں جی تو نہ گھبرائے گا تمھارا؟

میاں: (تنگ آکر) نہیں بابا نہیں۔

بیوی: ارے ہاں۔ یہ تو میں نے دیکھا ہی نہیں۔ ڈاکٹر صاحب کھانے کے لیے کیا کیا چیزیں لکھ گئے ہیں۔ کہاں گیا ان کا لکھا ہوا کاغذ؟ اے لو یہ نیچے پڑا ہوا ہے۔ ابھی کہیں کوڑے میں چلا جاتا تو۔ مالٹڈ ملک (MALTED MILK) نارنگی کا رس، ساگودانے کی کھیر، یخنی، کیا تیار کروا دوں اس وقت کے لیے؟

میاں: جو جی چاہے۔

بیوی: اس میں میرے جی چاہنے کا کیا سوال؟ کھانا آپ کو ہے یا مجھے؟

میاں: ساگودانہ بنا دینا تھوڑا سا۔

بیوی: بس! اس سے کیا بنے گا؟ یخنی پی لیتے تھوڑی سی۔ چوزے کی یخنی بنوائے دیتی ہوں۔ مقوّی چیز ہے۔

میاں: بنوا دو۔

بیوی: (دو قدم چلتی ہے) مگر میں نے کہا۔ دیر لگ جائے گی یخنی کی تیاری میں، چوزہ بازار سے منگوانا ہوگا۔ اس للّو کو تو جانتے ہو۔ بازار جاتا ہے تو وہیں کا ہو رہتا ہے۔

میاں: اُوں ہُوں۔

بیوی: تو پھر یوں کرتی ہوں۔ (صحن میں بچہ پٹ پٹ گاڑی چلانے لگتا ہے)

میاں: ارے بھئی، اب یہ کیا کھٹ پٹ شروع ہوگئی۔

بیوی: ننّھا ہے آپ کا۔ عید کے روز میلے میں سے یہ کھلونا گاڑی لے آیا تھا۔ نہ اس کم بخت کا دل اس سے بھرتا ہے، نہ وہ کم بخت ٹوٹتی ہے۔ ارے میں نے کہا ننّھے نہیں مانے گا نامراد! چھوڑ اس اپنی پٹ پٹ کو۔ جب دیکھو لیے لیے پھر رہا ہے۔ صاحب زادے کا دل کسی طرح پُر ہوتے ہی میں نہیں آتا۔ چولھے میں جھونک دوں گی اس کم بخت کو، اتنا خیال بھی نہیں آتا کہ ابّا بیمار پڑے ہیں۔ شور غُل سے ان کی طبیعت گھبراتی ہے۔

میاں: ہُوں۔ (کراہتا ہے)

بیوی: کم نہیں ہوا درد؟

میاں: اُوں ہُوں۔

بیوی: دبوا لیتے تو گھٹ جاتا۔

میاں: اُوں ہُوں۔

بیوی: تو میں کیا کہہ رہی تھی؟ کھانے کا پوچھ رہی تھی۔

(پھر ننّھے کی پٹ پٹ کی آواز) پھر وہی۔ نہیں مانے گا نامراد! ٹھہر تو جا (غصّے میں جاتی ہے۔ میاں کراہتا ہے۔ دور سے بیوی کی آواز آرہی ہے)

چھوڑ اپنی یہ پٹ پٹ۔ (بچہ رونے لگتا ہے) چپ نامراد! اتنا خیال نہیں ابّا بیمار پڑے ہیں۔ ڈاکٹر نے کہا ہے شور غُل نہ ہو، انھیں تکلیف ہوگی۔

چپ! خبردار جو آواز نکالی۔ گلا گھونٹ ڈالوں گی۔ (بچہ رونا بند کرنے کی ناکام کوشش کرتا ہے) کم بخت کا جو کھیل ہے، ایسا ہی بے ڈھنگا ہے۔

چل ادھر۔ نہیں چپ ہوگا تُو؟ (کھینچتی ہوئی لے جاتی ہے۔ میاں اس ہنگامے سے زِچ ہو کر کراہے جا رہا ہے۔ بیوی کی آواز غائب ہوتے ہی کمرے میں جھاڑو پھرنے کی آواز آنے لگتی ہے)۔

میاں: (چونک کر) ہُوں؟ ارے بھئی یہ گرد کہاں سے آنے لگی؟ لَاحَوْلَ وَلَاقُوَّۃَ۔ ارے کیا ہو رہا ہے؟

ملازم: جھاڑو دے رہا ہوں میاں۔

میاں: کم بخت دفع ہو یہاں سے۔

ملازم: جھاڑو نہ دی تو خفا ہوں گی بی بی جی۔

میاں: بی بی جی کا بچہ! نکل یہاں سے۔ کہہ دے ان سے (ملازم جاتا ہے) کواڑ بند کر کے جا۔ (میاں کراہ کر چپ ہو جاتا ہے، ٹیلی فون کی گھنٹی بجتی ہے اور بجتی رہتی ہے) ارے بھئی کہاں گئیں؟ ارے کوئی ٹیلی فون سننے تو آؤ۔ لَاحَوْلَ وَلَاقُوَّۃَ (خود اٹھتا ہے) ہیلو، میں اشفاق بول رہا ہوں۔ بیگم اشفاق کسی کام میں مصروف ہیں۔ اس وقت کمرے میں نہیں ہیں جی۔ یہاں کوئی ایسا نہیں جو انھیں بلا لائے۔ میں علیل ہوں۔ کیا فرمایا آپ نے؟ آواز دینے کے لیے ضروری نہیں کہ گلا بھی خراب ہو۔ آپ پھر کسی وقت فون کر لیجیے گا۔ میں نے عرض کیا ناں، چوں کہ میں بیمار ہوں، کمرے سے باہر نہیں جا سکتا۔ (زور سے فون بند کرتا ہے) بد تہذیب۔ گستاخ کہیں کی۔ ہُوں۔

بیوی: مجھے بلایا تھا؟ ہے ہے!! تم اٹھے کیوں۔

میاں: اتنی آوازیں دیں۔ کوئی سنے بھی۔

بیوی: توبہ توبہ، لیٹو لیٹو، میں ذرا گودام میں چلی گئی تھی۔ للّو کو ریٹھے نکال کر دے رہی تھی۔ بلایا کیوں تھا؟ (ہمسائے کے ہاں گانا شروع ہوتا ہے)۔

میاں: فون تھا تمھارا۔

بیوی: کس نے کیا تھا؟

میاں: ہو گا کوئی۔ اب مجھے کیا پتا۔

بیوی: جب اٹھ ہی کھڑے ہوئے تھے تو نام پوچھ لینا کوئی گناہ تھا؟

میاں: میں نے کہہ دیا تھا پھر کر لیں فون۔

بیوی: مفت کی الجھن میں ڈال دیا۔ اللہ جانے کون تھی اور کیا چاہتی تھی؟

میاں: ارے بھئی کوئی ایسا ضروری کام نہیں تھا ورنہ مجھے پیغام نہ دے دیتیں۔ تم خدا کے لیے ان ہمسائے کے صاحب زادے کا ہار مونیم اور گانا بند کراؤ۔ میرا سر پھٹا جا رہا ہے۔

بیوی: اب اسے کیوں کر روک دوں میں؟

میاں: بابا ایک دفعہ لکھ کر بھیج دو۔ میں بیمار ہوں۔ ڈاکٹر نے کہا، میرے لیے آرام و سکون کی ضرورت ہے۔ ایک روز ان صاحب زادے نے نغمہ سرائی نہ فرمائی تو دنیا کسی بہت بڑی نعمت سے محروم نہ ہو جائے گی!

بیوی: کہے تو دیتی ہوں مگر کہیں چڑ نہ جائیں۔

میاں: مناسب الفاظ میں لکھو نا۔ ہُوں (کراہتا ہے)

(بے سُرے گانے کا شور جاری ہے۔ میاں کراہ رہا ہے۔ یک لخت بچے کے رونے کی آواز)

بیوی: ارے کیا ہو گیا ننھے؟

بچہ: (زور سے) گر پڑا خون نکل آیا۔

بیوی: (زور سے) خط لکھ رہی ہوں۔ ابھی آئی، چپ ہو جا۔

میاں: (کراہتے ہوئے) یک نہ شُد دو شُد۔

بیوی: توبہ آپ تو بوکھلا دیتے ہیں۔ دیکھ رہے ہیں، خط لکھ رہی ہوں۔ بچے کو چپ کیوں کر کرا سکتی ہوں؟ نامراد! چپ ہو جا۔ خون نکل آیا تو قیامت آ گئی۔ ابھی آ رہی ہوں دو سطریں لکھ لوں۔

(میاں کراہتا ہے۔ بے سرے گانے اور بچے کے رونے کی آواز جاری ہے)۔

میاں: ختم نہیں ہوا خط؟ جانے کیا دفتر لکھنے بیٹھ گئی ہو۔

بیوی: ابھی ہوا جاتا ہے ختم۔

(اس غل میں ایک فقیر کی آواز بھی شامل ہو جاتی ہے)

فقیر: بال بچے کی خیر۔ راہِ مولا کچھ مل جائے فقیر کو۔

میاں: (کراہ کر) بس ان ہی کی کسر رہ گئی تھی، ہُوں۔

بیوی: تو اب میں تو اسے بلا کر لے نہیں آئی۔

میاں: ارے تو خدا کے لیے اسے رخصت تو کر آؤ۔

بیوی: اولّلو! ارے اولّلو !

(لّلو ہاون دستے میں ریٹھے کوٹنے شروع کر دیتا ہے۔ بے سُرے گانے میں بچے کے رونے اور فقیر کی صدا اور ہاون دستے کی دھمک اور شامل ہو جاتی ہے)۔

میاں: ہائے توبہ، توبہ، ہائے!

بیوی: ارے نامراد! ریٹھے پھر کُوٹ لینا۔ پہلے اس فقیر کو رخصت تو کر دے (لّلو ریٹھے کُوٹنے میں بیوی کی آواز نہیں سنتا)

میاں: (جلدی جلدی کراہتا ہوا گھبرا کر اٹھ بیٹھتا ہے) میری ٹوپی اور شیر وانی دینا۔

بیوی: ٹوپی اور شیر وانی!!

میاں: ہاں! میں دفتر جا رہا ہوں، ابھی دفتر جا رہا ہوں۔

بیوی: ہے ہے! وہ کیوں؟

میاں: آرام و سکون کے لیے۔

(امتیاز علی تاج کے یک بابی ڈرامے)

امتیاز علی تاج (۱۹۷۰ء-۱۹۰۰ء)

اُردو کے کام یاب ڈراما نگاروں کی فہرست میں امتیاز علی تاج کا نام سرِ فہرست ہے۔ امتیاز علی تاج لاہور میں پیدا ہوئے۔ آپ کے والد کا نام شمس العلما مولوی ممتاز علی تھا۔ ابتدائی تعلیم لاہور سے حاصل کی اور پھر صحافت کی طرف متوجہ ہوئے بہت سے رسائل کے مدیر رہے۔ ریڈیو کے لیے ڈرامے اور فیچر لکھنے کے ساتھ ساتھ فلمی کہانیاں بھی لکھیں۔ زمانہ طالب علمی سے ہی اُردو ادب خصوصاً ڈراموں سے آپ کو دلچسپی تھی۔ ''انار کلی'' آپ کا شاہ کار ہے جو اپنی کردار نگاری، مکالموں اور منظر کشی کی وجہ سے آج بھی اُردو ادب میں مقبول و معروف ڈراما ہے۔ اس کے علاوہ ''چچا چھکن'' کا مزاحیہ کردار آپ کی تخلیق ہے جو بہت مقبول ہے۔

امتیاز علی تاج کے ڈراموں میں برجستگی، بے ساختگی، سادگی اور بے تکلفی جیسی خصوصیات موجود ہیں آپ نے الفاظ اس سلیقے سے استعمال کیے ہیں کہ قاری کے ذہن پر اَن مٹ نقوش چھوڑتے ہیں۔ ان کے کردار بے مثال ہیں جو چلتے پھرتے اور متحرک ہوتے ہیں یعنی آپ نے کرداروں کو نفسیاتی تجزیے کے ساتھ پیش کیا ہے۔ آپ کے ڈراموں میں مکالمہ نگاری کے ساتھ جذبات نگاری کی عمدہ مثالیں موجود ہیں آپ نے مزاحیہ تحریروں میں معاشرے کے ناہموار پہلوؤں کو دلچسپ اور شگفتہ انداز میں پیش کیا ہے۔ یہ تحریریں تفنن طبع کے ساتھ ساتھ اصلاح کا کام بھی دیتی ہیں مختصر یہ کہ تاج کی شخصیت بڑی متنوع تھی، ان کی زندگی کے آخری لمحے بہت درد اور کرب میں بسر ہوئے۔ اپریل ۱۹۷۰ء میں ان کو نامعلوم شخص نے قتل کر دیا اور آپ خالقِ حقیقی سے جا ملے۔

مشق

۱۔ مندرجہ ذیل میں سے درست جواب کے گرد دائرہ لگائیے۔

i۔ حیرانی کے موقع پر استعمال ہونے والے حروف کو کیا کہتے ہیں؟

الف۔ حروفِ تنبیہہ　ب۔ حروفِ اضراب　ج۔ حروف تعجب　د۔ حروفِ قسم

ii۔ سبق ''آرام و سکون'' صنفِ نثر کے اعتبار سے کیا ہے ؟

الف۔ افسانہ　ب۔ ڈراما　ج۔ ناول　د۔ انشائیہ

iii۔ قواعد کی رُو سے ''و'' اور کون سے حروف ہیں؟

الف۔ حروفِ عطف　ب۔ حروفِ شرط　ج۔ حروفِ اضافت　د۔ حروفِ علت

iv خبردار، دیکھنا، زنہار　قواعد کے اعتبار سے کون سے حروف ہیں؟

الف۔ حروفِ علت　ب۔ حروفِ تنبیہ　ج۔ حروف جار　د۔ حروفِ استفہام

v۔ امتیاز علی تاج کی وجہ شہرت کون سی صنف ہے؟

الف۔ افسانہ　ب۔ ناول　ج۔ ڈراما　د۔ مضمون

vi۔ امتیاز علی تاج کی تحریر کی نمایاں خوبی کیا ہے؟

الف۔ برجستگی اور بے ساختگی　ب۔ مشکل پسندی　ج۔ پیکر تراشی　د۔ بے ربط انداز/ تجسس

۲۔ امتیاز علی تاج کا ڈراما ''بیگم کی بلی'' طلبہ کو سنوایا جائے اور اس کے اہم نکات پر بات چیت کی جائے، اساتذہ طلبہ کی راہ نمائی کریں تاکہ طلبہ ڈرامے کے سیاق و سباق کو سمجھتے ہوئے موضوع کو بیان کر سکیں۔

۳۔ ''آرام و سکون'' ڈراما کے درج ذیل ابتدائی حصے کو ایک طالب علم بلند آواز سے درست تلفظ کے ساتھ ادا کرے جب کہ باقی طلبہ اسے سن کر ڈرامے کے مرکزی خیال یا تصور تک رسائی حاصل کر کے سیاق و سباق کو سمجھتے ہوئے باری باری موضوع کو بیان کریں۔

ڈاکٹر: جی نہیں بیگم صاحبہ! تردّد کی کوئی بات نہیں، میں نے بہت اچھی طرح معائنہ کر لیا ہے۔ صرف تھکان کی وجہ سے حرارت ہو گئی ہے۔ ان دنوں آپ کے شوہر غالباً کام بہت زیادہ کرتے ہیں۔

بیوی: ڈاکٹر صاحب! ان دنوں کیا، ان کا ہمیشہ سے یہی حال ہے۔ صبح دس بجے دفتر جا کر شام سات بجے سے پہلے کبھی واپس نہیں آتے۔

ڈاکٹر: جبھی تو! میرے خیال میں انھیں دوا سے زیادہ آرام و سکون کی ضرورت ہے۔ کاروبار کی پریشانیاں اور الجھنیں بھلا کر ایک بھی روز آرام و سکون سے گزرا تو طبیعت ان شاءاللہ بحال ہو جائے گی۔

بیوی: بیسیوں مرتبہ کہہ چکی ہوں۔ اتنا کام نہ کیا کرو، نہ کیا کرو۔ نصیبِ دشمناں صحت سے ہاتھ دھو بیٹھو گے مگر خاک اثر نہیں ہوتا۔ ہمیشہ یہی کہ دیتے ہیں، کیا کیا جائے۔ ان دنوں کام بے طرح زوروں پر ہے۔

ڈاکٹر: ہر روز تھوڑا تھوڑا وقت آرام و سکون کے لیے نہ نکالا جائے تو پھر بیمار پڑ کر بہت زیادہ وقت نکالنے کی ضرورت پڑ جاتی ہے۔

۴۔ ذیل میں ڈرامے ''لہو اور قالین'' کا ایک حصہ درج کیا جا رہا ہے تاکہ طلبہ ہدایات اور اشارات کی مدد سے کسی نادیدہ اقتباس کی تفہیم/ تنقید و تبصرہ کر سکیں۔ طلبہ باری باری افسانے کے اس حصے کو دہرائیں اور دیے گئے تفہیمی سوالات کے جوابات دیں۔

آپ مجھے نوازرہے تھے مگر ایک خاص مقصد کی خاطر اور وہ مقصد یہ تھا کہ آپ سوسائٹی کو بتانا چاہتے تھے، دیکھو میں کتنا اچھا ہوں، میں نے ایک غریب اور مفلس مصور کو اپنے ہاں پناہ دی ہے۔ اب یہ جو کہہ بنا رہا ہے محض میری سرپرستی کا نتیجہ ہے۔ میں نے اس کی صلاحیتوں کو زندہ رکھا ہے ورنہ یہ کب کی ختم ہو چکی ہوتیں۔ جس طرح بڑی بڑی دکانوں کے دروازوں پر انسانی پیکروں کو نہایت خوب صورت اور شفاف لباس پہنا کر انھیں الماریوں کے اندر سجادیا جاتا ہے تاکہ لوگ ان حسین و جمیل مجسموں کو دیکھ کر دکان داروں کے اعلیٰ ذوق اور ان کی شان و شوکت سے مرعوب ہو جائیں، اسی طرح آپ بھی اپنی امارت اور اپنی شخصیت کی نمائش کے لیے میری ذات اور میرے فن کو استعمال کر رہے ہیں۔

الف۔ اپنے حافظے سے تسلسل کے ساتھ درج شدہ عبارت کے اہم نکات بتائیں۔

ب۔ دی گئی عبارت کو درست تلفظ، لب و لہجے، اتار چڑھاؤ اور ضرورت کے مطابق تاثر کے ساتھ پڑھیں۔

ج۔ ڈرامے میں تجمل اختر کو کیوں نواز رہا تھا؟

د۔ تجمل نے اختر کے بقول اس کی سرپرستی کس مقصد کے تحت کی؟

ز۔ اس پیراگراف کا موضوع کیا ہے؟

ہ۔ اس اقتباس کو مد نظر رکھتے ہوئے "خلوص نیت" کی اہمیت بیان کریں کہ بے شک اعمال کا دار و مدار نیتوں پر ہے اور دنیاوی شان و شوکت کی غرض سے کیا گیا کوئی کام تسکین قلب کا سبب نہیں بن سکتا۔

۵۔ سبق "آرام و سکون" پڑھنے کے بعد طلبہ جوڑیوں / گروہ کی شکل میں میاں، بیوی، ملازم اور ڈاکٹر کے مکالمے ڈرامائی انداز اور تاثر کے ساتھ جماعت کے کمرے میں ادا کریں اساتذہ ان کی راہ نمائی کریں۔

۶۔ مندرجہ ذیل الفاظ کو جملوں میں استعمال کریں۔

تردد۔ تقویت۔ مطلق۔ شوروغل۔ مقوی۔ معائنہ

۷۔ جملے کے اجزائے ترکیبی (مرکب ناقص اور مرکب تام)

ہر جملے کے دو حصے ہوتے ہیں جن میں ایک خاص تعلق ہوتا ہے اور سننے یا پڑھنے والے تک مکمل مفہوم پہنچ جاتا ہے۔ جملے کے ان حصوں کو اسناد کہتے ہیں۔ جس کے بارے میں کچھ کہا جائے اُسے مسند الیہ اور جو کچھ کہا جائے اسے مسند کہا جاتا ہے۔

i۔ جملہ اسمیہ

یہ جملۂ خبریہ کی ایک قسم ہے۔ اس کا مسند الیہ اور مسند دونوں اسم ہوتے ہیں۔ درج ذیل جملے غور سے پڑھیے:

۱۔ سلمان ذہین ہے۔	۲۔ آمنہ ایمان دار ہے۔
۳۔ اکرم محنتی تھا۔	۴۔ بچے شرارتی ہیں۔

کسی جملے کے اجزا الگ الگ کرنے اور ان کا باہمی تعلق ظاہر کرنے کو ترکیبِ نحوی کہتے ہیں۔

جملہ اسمیہ کے مسند الیہ کو مبتدا اور مسند کو خبر کہتے ہیں۔ درج بالا جملوں کی ترکیب نحوی کچھ یوں ہو گی:

سلمان، آمنہ، اکرم، بچے	مسند الیہ	مبتدا
ذہین، ایمان دار، محنتی، شرارتی	مسند	خبر
ہے، ہیں، تھا		فعل ناقص

ii۔جملہ فعلیہ

اس جملے میں بعض اوقات تو صرف فاعل اور فعل آتا ہے مثلاً: استاد صاحب آئے۔ شائستہ نے پڑھا۔ یعنی جملہ فعلیہ کے مسند الیہ کو فاعل اور اور مسند کو فعل کہتے ہیں۔ ان دونوں جملوں میں استاد صاحب اور شائستہ؛ فاعل ہیں جب کہ آئے اور پڑھا؛ فعل ہیں۔

بعض اوقات جملہ فعلیہ میں فاعل، علامتِ فاعل، مفعول اور فعل بھی آتے ہیں۔ مثلاً: شکاری نے شیر مارا۔

اس جملے میں شکاری؛ فاعل (مسند الیہ) نے؛ علامت فاعل، شیر (مفعول) اور مارا بطور مسند (فعل) استعمال ہوا ہے

❖ درج ذیل جملوں کے اجزائے ترکیبی کی نشان دہی کریں۔

پاکستان میرا وطن ہے۔

آمنہ نے سبق پڑھا۔

۸۔ڈراما

ڈراما یونانی زبان کے لفظ ڈراؤ (Drao) سے مشتق ہے۔ جس کے معنی عمل کر کے دکھانا۔ ڈرامے کی ابتدا بھی یونان سے ہوئی۔ برصغیر میں بھی قدیم زمانوں سے ڈرامے کا سراغ ملتا ہے۔ راجہ بکرماجیت کے عہد کا لکھا ہوا ڈرامہ شکنتلا دنیا بھر میں بڑی شہرت رکھتا ہے۔ قدیم زمانے میں لوگ اپنے دیوتاؤں کو خوش کرنے کے لیے ڈراما کھیلا کرتے تھے۔ مگر بعد میں میں ترقی کر کے فن کی منزل تک پہنچ گیا۔ ڈرامے کی دو مشہور اقسام ہیں۔

ا۔ طربیہ ڈراما: وہ ڈرامہ جس میں ہنسی اور مزاح کے ذریعے سماج کی کمزوریوں سے پردہ اٹھایا جائے۔

المیہ ڈراما: وہ ڈرامہ جس میں پیش آنے والے واقعات اندوہناک ہوں اور اس کا انجام المیہ ہو۔

ڈرامے کے اجزائے ترکیبی: پلاٹ، کردار نگاری، ارتقائی عمل، کشمکش، مکالمے، اسٹیج، حرکات و سکنات، اختتامی عمل

❖ جملہ اسمیہ، جملہ فعلیہ اور ڈراما صنفِ ادب کی تعریف لکھیں۔

سرگرمیاں

ا۔ سبق خوانی کے بعد ایک طالب علم ڈراما "آرام و سکون" کے کرداروں 'میاں' یا 'بیگم' کے مکالموں کو ان کے کرداروں کے مطابق تاثر کے ساتھ ادا کریں۔

۲۔ میرزا ادیب کے ڈرامے "لہو اور قالین" کی ڈرامائی تشکیل کر کے سکول کے کسی فنکشن میں اسٹیج پر پیش کریں۔

۳۔ اسی ڈرامے کو محاورات اور ضرب الامثال کا استعمال کرتے ہوئے کہانی کی صورت میں بھی تبدیل کریں۔

ہدایات برائے اساتذہ کرام

- سبق خوانی قبل ڈرامے کا تعارف اور پس منظر بیان کریں۔ طلبہ کو بتائیں کہ آغا حشر کو اردو ڈراما نویسی کا شیکسپیئر کہا جاتا تھا۔ امتیاز علی تاج کے فن اور اسلوب کی وضاحت کی جائے اور "چچا چھکن" کے مزاحیہ کردار کا تعارف پیش کیا جائے۔
- طلبہ کو ڈرامے کی تعریف، روایت، ارتقا، اور حصوں سے آگاہ کرتے ہوئے اردو زبان میں لکھے گئے اسٹیج، ریڈیائی اور ٹی وی ڈراموں سے روشناس کرائیں۔
- طلبہ کو کسی تخلیق پارے کے مرکزی خیال اور سیاق و سباق سے آگاہ کریں۔